حفیظ رضا پسروری

سید ابوذر بخاری

اکابر احرار کی روایات کا امیں

ہمارے اکابر کے کارنامے تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں صف اوّل کے رہنماؤں کی قربانیاں اوراں کی تفصیلات تو ہمارے ایمان کا جزو بن چکی ہیں۔

ہمارے حضرت امیر شریعت کی رہنمائی میں احرار رضاکاروں نے کتنے بڑے بڑے کام کئے اگر ان کی تفصیلات اکٹھی کر لی جائیں تو تاریخ حریت کے نئے باب کھل سکتے ہیں (مثال کے طور پر) آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں ۱۹۴۶ء میں نواکھالی (بہار) میں فسادات ہو رہے تھے تو مجلس احرار اسلام نے اپنے بہادر رضاکاروں کا ایک جتھہ جس میں غازی محمد حسین مرحوم، سید مخدوم شاہ بنوری مرحوم، سالار معراج الدین مرحوم، اور چند دوسرے رضاکار شامل تھے، بہار گئے۔ ان فسادات کو روکنے کیلئے مرکزی سطح پر شیخ حسام الدین اور ماسٹر تاج الدین انصاری وہاں جاتے رہے جبکہ کانگریس کی طرف سے مہاتما گاندھی اور خان عبدالغفار خان وہاں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر رہے تھے۔ غازی محمد حسین مرحوم اور ان کے ساتھیوں کو چند مسلمان خواتین کے اغواء کا پتہ چلا تو ان مقامات پر پہنچنے میں کامیاب ہوئے جہاں وہ خواتین محبوس تھیں۔ غازی محمد حسین نے اپنے پاؤں کے ٹھڈوں سے دروازے توڑے اور خواتین کو بازیاب کیا۔ ان چند احرار رضاکاروں نے بہار کے فسادات میں جو کام کیا اس پر وہاں کے وزیر اعلیٰ سری کرشن سنہا نے مہاتما گاندھی اور خان بادشاہ مرحوم کے ذریعہ ان کا شکریہ اکابر احرار تک پہنچایا۔ غازی مرحوم مجھے بتایا کرتے تھے اور فخر سے کہا کرتے تھے کہ انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے بہار میں جو مسلمانوں کی خدمت کی ان کی مغفرت کیلئے کافی ہے۔ اور یہ بات بیان کرتے ہوئے غازی کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو جایا کرتا اور ان کا اظہارِ فخر و انبساط گفتنی نہیں دیدنی تھا۔ الحمدللہ میں نے دیکھا اور ایسے کئی واقعات سے محظوظ ہوا۔

ان رضاکاروں کے واپس آنے پر حضرت امیر شریعتؒ نے انہیں اپنے گلے لگایا، پیار کیا اور دعائیں دیں۔ اسکی ساری تفصیل آغا شورش کاشمیری مرحوم نے نہایت زوردار اظہار میں روزنامہ "آزاد" میں شائع کی۔

جب ہم چلے تو نبض زمانہ ہی رک گئی
دنیا نے دیکھ لی ہے ہمارے چلن کی بات

ہماری جدوجہد کا تمام عرصہ اور اسکا ایک ایک لمحہ خود تاریخ ساز ہے۔ کوئی بھی داستان ہمارے بغیر مکمل نہیں رہ سکتی۔ بالکل اسی طرح جس طرح "مصلحت پسند علماء" کے جلسے حضرت امیر شریعت زندہ باد کے نعروں کے بغیر سنے نہیں جا سکتے۔

رات دن زیر زمیں لوگ چلے جاتے ہیں
نہیں معلوم! تہ خاک تماشہ کیا ہے

قائد احرار، جانشین امیر شریعتؒ حضرت سید ابوذر بخاری کی وفات حسرت آیات کی خبر سے دل پر قیامت گزر گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ۷/۲/۲۸/ جمادی الاولی سے لیکر اب تک سنبھل جانے کی کوئی صورت نہیں ہو سکی۔ دل و دماغ جو پہلے ہی حالات و واقعات کی بے رحمانہ سنگینی کے سبب ہر وقت متاثر رہتے ہیں۔ اس جان کاہ صدمہ سے اور نڈھال ہو گئے ہیں۔

سید ابوذر بخاری کا وجود گرامی .... وابستگان احرار کیلئے باعث رحمت اور ذریعہ تشفی تھا ان کی صورت دیکھ کر ہم بلا کشانِ محبت امیر شریعتؒ کو دیکھ لیا کرتے۔(بیٹا باپ کی تصویر ہوتا ہے۔ الحدیث) افسوس، صد افسوس کہ ہم اس رحمت و برکت سے محروم ہو گئے۔ حضرت سید ابوذر بخاری کو اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی اور فیاضی سے تبحر علمی کے خمیر سے اٹھایا تھا وہ حضرت امیر شریعت کے صحیح جانشین تھے۔ ان کی عطاہم پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی تھی۔ ان کے ساتھ میرا تعلق "احرار سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے زمانے سے تھا۔ پہلی بار میری دعوت پر ۱۹۴۲ء میں اور پھر ۱۹۴۵ء میں پسرور تشریف لائے تھے۔ ایک بار ان کے ساتھ خاقان بابر ایڈووکیٹ(فرزند مولانا مظہر علی اظہر مرحوم) اور دوسری بار مرحوم منظور احمد بھٹی(سیالکوٹ) تھے۔ اس سے قبل ۹/۸/ اپریل ۱۹۴۴ء کو فیروز پور پراونشل احرار کانفرنس کے موقع پر ملاقات ہوئی جہاں احرار بینڈ نے ان کو سلامی دی تھی اور "جیوش طلباء احرار" میں وہ خالد حسن مرحوم کے ساتھ سٹیج پر سلامی لے رہے تھے۔ ۴۲ء میں جب ہم چند طالب علم دہلی گئے تو وہاں بھی ان سے ملاقات ہوئی احرار سٹوڈنس فیڈریشن کے زمانہ میں طلباء احرار کے لئے ان کی قیادت و سیادت حد درجہ باعث کشش اور رحمت و برکت تھی۔ بچپن میں "نونہالانِ احرار" بنا کر جہادِ آزادی میں شریک رہے اور جواں ہوئے تو "احرار سٹوڈنس فیڈریشن" میں سرگرم ہو گئے نوجوانوں کے اس قافلہ میں ان کی قیادت میں منظور احمد بھٹی، احمد سعید اختر، صاحبزادہ خالد حسن مرحومین اور چودھری شمس الحق اور راقم حفیظ رضا قدم بہ قدم چل رہے تھے۔ ابوذر، ہر وقت احرار وردی(سرخ قمیص) پہنے ہوتے۔ جب حضرت امیر شریعت ان کو "حافظ جی" اور وہ ان کو "اباجی" کہہ کر پکارتے تو دیکھنے اور سننے والوں میں محبت و شفقت کا عجیب تاثر پیدا ہو جاتا۔ آزادی کے بعد اکثر ملتان اور دیگر مقامات گوجرانوالہ، سیالکوٹ، لاہور میں ملاقاتیں رہیں۔ دو ایک بار غریب خانہ پر بھی تشریف لائے اور ماضی کے حوالے سے خوب باتیں ہوتی رہیں۔

خط و کتابت بھی کبھی کبھار ہو جاتی۔ ۱۹۸۷ء میں میں نے ان کو لاہور آنے کی دعوت دی تو جواب میں لکھا.......

"میں لاہور میں پہلے بھی مہینوں کے بعد کسی نہ کسی ذاتی اشاعتی یا جماعت کے تنظیمی یا تحریکی کام کی غرض سے ہی آیا کرتا تھا اور اب عرصہ سے چونکہ جماعت اغیار سے بڑھ کر یارمار قسم کے اپنوں کی ستم رانیوں اور جفاکاریوں کی صید زبوں بنی ہوئی ہے اس لئے بقدر ضرورت کام پیش آنے پر کافی وقفہ کے بعد ہی کبھی معشوق فرنگ کی شعبدہ بازیوں کے نقال و پیروکار شہر پر آشوب و سراپا فتنہ پرور لاہور میں ایک اجنبی اور مسافر کی طرح چند گھنٹوں اور دنوں کیلئے وارد ہوا کرتا ہوں اور دور سے

چاند کی طرح وہاں کے مذہبی و سیاسی ماہ و نجوم کا نظارہ کر کے اجنبیوں اور نا آشنائے گلی کی طرح ہی جان اور آبرو بچا کر اپنی "جھگی اور کٹیا میں واپس آ جاتا ہوں۔ آپ نے مجھے خدا جانے کس خیال سے؟ کیا کیا سمجھ کر مجھے بلانے کی ضرورت محسوس کی ہے اور اسکی زحمت اٹھائی ہے۔ باطن کا معاملہ چونکہ عالم الغیب سے متعلق ہے اس لئے حسن ظن کی بناء پر آپ کے اس اظہار حسن ظن کو آپ کے خلوص پر مبنی قرار دیتا ہوں ورنہ بھائی.... میں تو...... ناگواری محسوس نہ کریں...... آپ کی طرح بہت سے اظہار حسن ظن و جذبات محبت کرنے والوں کی طبائع کی دگر گونی اور جدت و بدعت پسندی کے باعث کب کا مہجور و متروک ہو چکا ہوں۔(مکتوب ۱۷ مارچ ۱۹۸۷ء)

میں نے حضرت ابوذر بخاری کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو مقام و منصب اور اعلائے کلمۃ الحق کے اوصاف جلیلہ عطا فرمائے ہیں ان کا تقاضا ہے کہ ملک و ملت زیادہ سے زیادہ ان کے بیانات و تقاریر سے مستفید ہوں اور کئی مقامات پر ان کی غیر حاضری پر مؤدبانہ احتجاج کرتے ہوئے میں نے انہیں حضرت امیر شریعت کی طرح قریہ قریہ، بستی بستی ایک بار پھر اپنی نوائے گرم سے مردہ دلوں میں ایمانی حرارت پیدا کرنے کی دعوت دی۔ اس کے جواب میں حضرت نے لکھا......

"بھائی میں تو اپنے تمام انسانی نقائص اور فطری اور طبعی عیوب کا مرقع ہونے کا اقراری مجرم ہوں اور یقیناً بہت بھاری مجرم ہوں؟ لیکن دعویٰ دارن عشق اور پاکبازان وفا بھی اگر کسی دن نیں؟ پوری زندگی کے کسی ایک لمحہ گزراوں میں بھی محاسبۂ نفس اور مراقبۂ اعمال کا تکلف روا رکھتے تو انہیں بھی اپنے ادعاء و عمل کے مابین ناقابل عبور بعد المشرقین کا بحر ناپیدا کنار چشم ظاہر و باطن کے ساتھ ہمیشہ کے لئے زیر مشاہدہ آ جاتا لیکن "مرے کو مارے شاہ مدار" کا مصداق بننا مقدر اور عمل کی دنیا میں تحفۂ زندگی کے طور پر ساتھ لے کر آیا ہوں اس لئے خون دو عالم ہر حال میں میری ہی گردن پر سوار ہے تو اسی میں بہتوں کا بھلا ہے اور اب باقی بھی کیا رہ گیا ہے اس امت کی، حدیث مبارک وارد تصریح اور انتہائی اوسط زندگی کے مطابق عمر کے آخری دور میں داخل ہو گیا ہوں اور "ساٹھا پاٹھا" بن کر بقیہ مختصر گھڑیوں کو دانائے تسبیح کی طرح شمار کرتے ہوئے توبہ و استغفار اور دعائے استقامت و حسن خاتمہ میں مصروف ہوں۔ لہٰذا "وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا" کے مذہب و مسلک کے خوگر و محافظ آزاد ہیں اور میرے جیسے ناہنجار و نابکار مزاج یار کے ہر رخ کا استقبال کرتے ہوئے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہر حکم کی تعمیل کے منتظر ہیں کہ.....ع

"چہ کند بینوا ہمی دارد"

میری غیر حاضری تہائی صدی تک حاضریاں لگوانے کے بعد بھی اگر آپ جیسے ادیب مزاج کے احساس اور انداز بیان و تعبیر میں غیر حاضری کے نام و مفہوم سے ہی پہچانی جاتی ہے۔ تو یہ بھی تسلیم ہے ورنہ کون نہیں جانتا کہ میں قریبی برسوں میں بھی لاہور کے گلی کوچوں اور اطراف میں جنوں بازی اور آوارہ گردی کا فریضہ انجام دیتا رہا ہوں لیکن نگار خانۂ دنیا میں "ہر اک مال دو آنے"

کے طلبگار جب ہر روز نئی دکان اور نئے سامان کی خریداری کو مقصد حیات قرار دے کر قسمت آزمائی میں منہمک بلکہ غرق ہو جائیں تو پھر میرے جیسا حقیقت پسندی کی روایات کا امیں اور کشتۂ وفا اگر اغیار کے محلات کے نظارہ سے خیرہ ہو کر اپنی جھگی کو ڈھانے کی نسب و نسبت کو ہمیشہ کیلئے داغدار و مجروح بلکہ پامال و معدوم کر دینے والی جدید سیاست ماب حماقت کے ارتکاب پر آمادہ نہ ہونے کا عہد نبھاتا رہے؟ تو آخر پھر اور کون سا گناہ بے لذت ذریعۂ عیش بنائے؟ بہر کیف فقیر زندہ محفل و کلام باقی"........(مکتوب)

میں نے حضرت ابومعاویہؒ سے ان کی صحت سے متعلق بھی استفسار کیا تو فرمایا:

"میں کئی برسوں سے خون میں شوگر کے اضافہ اور دوسرے کئی اسباب کے تحت مستقل مریض بن گیا ہوں اسی محرم کے بعد دونوں آنکھوں میں مجموعی ضعف نظر کے ساتھ بائیں میں غالباً موتیے کے حملے کا بھی شکار ہوں۔ اور پچھلے پانچ چھے برسوں میں بائیں گردے میں ایک ایک پتھری نکلنے کے بعد اب کے دونوں گردوں میں تین دن کے وقفہ یکے بعد دیگرے ایک ایک پتھری نکلنے کہ اذیت سے بہت ہی زائد مستفید ہو چکا ہوں۔ شوگر کچھ کم تو ہوئی ہے لیکن خون میں زندگی بھر کی عدم احتیاط اور بد پرہیزیوں کے اثرات ایک مستقل مواد کی صورت میں رواں داوں ہیں (مکتوب حضرت ابوذر بخاریؒ)

حضرت ابوذر بخاری کی وفات سے ہمارا ایک عہد ختم ہو گیا ہے۔ ان کی ہمت و جرأت ان کے علم و فضل سے کسی طرح کم نہ تھی۔ ان کی شخصیت کی ہر جہت اعلیٰ اور ارفع تھی۔ وہ ایک بہترین مقرر اور بڑے عالم تھے۔ تصنیف و تالیف، شعر و ادب اور علمی کاموں میں ان کا شغف اپنی مثال آپ تھا۔ اپنے اکابر سے ان کی محبت بے پناہ تھی اور وہ علماء حق کے محبوب تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے ایمان پرور دفاع اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظمت و عصمت کی حفاظت کی خاطر انہوں نے جو کارنامے انجام دیئے اس سے اصحاب رسول اللہ ﷺ کی روحیں یقیناً خوش ہوئی ہوں گی۔

موت اور زندگی کا نظام روز ازل سے لیکر اب تک اور آج سے لیکر روز آخر تک اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں رہا ہے اور رہے گا۔ موت مشیت الٰہی کا ناگزیر تقاضا ہے اور ہر انسان جو اس دنیا میں آیا بالآخر اپنے اپنے وقت پر موت کی نذر ہوا اور ہوتا رہے گا۔ موت نے آج تک نہ تو کسی کی خواہشوں کا احترام کیا ہے اور نہ ضرورتوں کا احساس! حضرت ابوذر بخاری بھی بالآخر مشیت الٰہی کے اس تقاضےکے سامنے سر تسلیم خم کر گئے۔ اس احساس کے باوجود کہ ان کے چاہنے والوں پر کیا گزرے گی؟ اللہ تعالیٰ کے حضور صدق دل سے دعا گو ہوں کہ وہ حضرت کے مراتب میں برکت و رحمت اور عظمت کے ساتھ مغفرت عطاء فرمائیں اور جنت الفردوس میں انہیں اعلیٰ مقام عطاء ہو۔ (آمین)